بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر محمد جنید ندوی☆

سیرت نگاری کے مآخذ، اُصول اور منہج تحقیق

ابتدائیہ:

سرکار دو عالم، فخر بنی آدم، رسول الثقلین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پنہائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں، بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے جو کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں بلکہ جہانوں کے لئے ایک مکمل دستور حیات ہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اُسی حد تک انسانی زندگی کی استواری و ہمواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک بین الاقوامی مشن کی داستان ہے، وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جس کی مشعل آدم، ابراہیم، موسیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے ہیں۔ (۲) یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دونوں ہی بحیر نا پیدا کنار ہیں، کوئی انسان یہ چاہے کہ ان کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کرے تو اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، البتہ جس چیز کی کوشش کی جاسکتی ہے وہ بس یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو آدمی ان کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل کرے اور ان کی مدد سے روح دین تک رسائی پائے۔ (۳)

اسلامی علوم و فنون میں آج تک جو کچھ مدون و مرتب ہوا ہے اس میں سے غالب حصہ سیرت مصطفٰی ﷺ پر مشتمل ہے اور شاید یہ کہنا بلا مبالغہ ہوگا کہ دنیائے علم میں مدونات، مصنفات اور کتب و رسائل میں سب سے زیادہ تعداد سیرت مصطفٰی ﷺ سے متعلق ہے۔ (۴) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ

☆صدر شعبہ لازمی مضامین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

سیرت مصطفی ﷺ ایک فرد کی سیرت نہیں بلکہ ایک تاریخی ولالت کی داستان ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ، سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تنوعات کے اعتبار سے نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو چودہ سو سال سے جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا، ''دنیا میں جب تک مسلمان ہیں، سیرت نبویہ ایک زندہ عامل کی حیثیت رکھے گی، اور دنیا کے ترقی پذیر تمدن اور تبدل پذیر حالت میں کسی ہمہ گیر و جامع اسوۂ حسنہ کے کسی ایک پہلو کو کبھی اہمیت حاصل رہے گی تو کبھی کسی اور کو''۔(۵)

سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھنے والوں نے مختلف مقاصد، مختلف احساسات اور مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے کتابیں لکھی ہیں۔ اسی بنا پر ''سیرت کی تمام کتابیں ثقاہت و صحت کے اعتبار سے ایک جیسی نہیں ہیں، کسی سیرت نگار نے تو چھان پھٹک کے بغیر ہی رطب و یابس کو اکٹھا کر دیا ہے، یہاں تک کہ موضوع روایتوں کو نقل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا''۔ (۶) اسی طرح ''آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات جن کو مسلمان سیر اور انگریز لائف کہتے ہیں صرف دین دار مسلمانوں عالموں ہی نے نہیں لکھے، بلکہ غیر مذہب کے علما اور مؤرخین نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ وہ دونوں افراط و تفریط میں پڑ گئے۔ پہلوں کی آنکھوں میں تو کمالِ روشنی کے سبب چکا چوند آ گئی، اور پچھلوں کی آنکھیں بجلی کی چمک سے بند ہو گئیں۔ پہلے تو شراب محبت کی سرشاری میں بات سے بھٹک گئے اور پچھلے اس راستے کی ناواقفی سے منزل تک نہ پہنچے۔ پہلے تو یہ بھولے وہ کس کا بیان کرتے ہیں اور پچھلوں نے اسی کو نہ جانا جس کا ذکر کرتے ہیں۔(۷)

سیرت نگاری، بعثت محمد ﷺ کی عظمت، وسعت، اور منصب نبوت کی نزاکتوں اور اہمیت کی مکمل تصویر پیش کرنے کا نام ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ اور مینارۂ نور ہے جس سے تا قیامت رہنمائی لی جاتی رہے گی۔ لیکن اس عظیم سرمائے اور چشمۂ ہدایت میں بعض مضر چیزوں کی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ مستقبل کے سیرت نگاروں کی رہنمائی کی جائے تا کہ وہ سیرت طیبہ کے چشمۂ فیض و ہدایت کو صاف و شفاف انداز اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کر سکیں۔

اس مقالے کا مقصد سیرت نگاری کے مآخذ، اصولِ روایت و درایت اور منہج تحقیق پر ایک جائزہ پیش کرنا ہے۔ اس ضمن میں قدیم و جدید سیرت نگاروں کی کتب کے مقدمات میں جن مآخذ، اصولوں اور منہج تحقیق کی نشاندہی کی گئی ہے انہیں اکٹھا کر کے وہ اصول مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سیرت نگاری کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

اس کام کے لئے عربی، اردو اور انگریزی کی چند معروف کتب سیرت کا انتخاب کیا گیا ہے، جن کی فہرست حواشی میں دی گئی ہے۔(۸) مقالے کے متن میں صرف اُن سیرت نگاروں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی کتب سیرت کے مقدمات یا دیباچوں سے سیرت نگاری کے مآخذ، اصول روایت و درایت، منہج تحقیق اور سیرت نگاری کے اصولوں کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔

سیرت نگاری کے مآخذ:

سیرت نگاری کے میدان میں اس بات کا تعین کرنا بے حد ضروری ہے کہ سیرت طیبہ کو کن مآخذ سے مرتب کیا جائے۔ لہٰذا سیرت نگاری کے لئے اہل علم نے درج ذیل مآخذ کو تسلیم کیا ہے:

۱۔ قرآن مجید، ۲۔ کتب احادیث، ۳۔ کتب مغازی و سیر، ۴۔ کتب تاریخ، ۵۔ کتب تفاسیر، ۶۔ کتب اسماء الرجال، ۷۔ کتب شمائل، ۸۔ کتب دلائل ۹۔ کتب آثار و اخبار، ۱۰۔ معاصرانہ شاعری، ۱۱۔ غیر مذاہب کی مقدس کتب

۱۔ قرآن مجید:

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مآخذ ہے۔ اس الہامی کتاب کی ۱۱۴ سورتوں میں آنحضرت کی حیاتِ مبارکہ کے ضروری اجزا جستہ جستہ مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی، یتیمی، غربت، جوانی میں مالی فراغت، تلاش حق، بعثت، نزول وحی، دعوت و تبلیغ، کفار کی مخالفت، اسلام کا فروغ، معراج، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ، تحویل قبلہ، مشہور غزوات بدر، احد، احزاب، حنین، تبوک اور فتح مکہ، خاندانی زندگی، اخلاق و عادات اور سیرت و کردار کے بارے میں مستند معلومات کا سرچشمہ یہی کتاب ہے۔(۹)

۲۔ کتب احادیث:

قرآن کے بعد سیرت رسول ﷺ کا دوسرا بڑا ماخذ احادیث نبوی ہیں۔ جن کے روایوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اس ذخیرے میں صحیح، قوی، ضعیف اور موضوع احادیث سب الگ الگ نہیں، محدثین نے بے حد تلاش، محنت، کاوش اور احتیاط کے بعد کتب احادیث مرتب کیں اور یوں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا بے مثال ریکارڈ محفوظ کیا، جس کی دنیا کے تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ درست ہے کہ بقول سر سید احمد خان، ”کسی مشہور محدث نے بجز ایک کے (شمائل ترمذی کے مرتب امام ابو عیسی

ترمذی ۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ) کوئی خاص کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پر نہیں لکھی، لیکن تمام محدثین نے جن کی سعی اور کوشش کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے، اپنی اپنی کتابوں میں اُن حدیثوں کو بھی بیان کیا ہے، جو آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں۔ پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں، جن سے کم و بیش آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات صحیح صحیح دریافت ہوسکتے ہیں اور جن کو معقول طرح سے ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک معتبر تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع ہوسکتا ہے۔(۱۰)

۳۔کتب مغازی و سیر:

سیرتِ رسول اکرم ﷺ کا ایک اور اہم ماخذ مغازی اور سیرت کی وہ کتابیں ہیں جو ابتدائی دور کے بزرگوں نے مرتب کیں، مغازی کا مطلب اگرچہ جنگیں ہے، لیکن اصطلاحاً اس سے مراد وہ جنگیں ہیں جن میں آنحضرت ﷺ خود شریک ہوئے۔ اصولاً تو مغازی کو صرف غزوات نبوی ﷺ اور ان میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے تک محدود رہنا چاہیے تھا، لیکن اپنے توسیعی مفہوم میں اس اصطلاح کا اطلاق حضور اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ مبارکہ پر کیا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی (بالخصوص مدنی زندگی) کے تذکرے پر مشتمل کتابوں کو مغازی بھی کہا جاتا ہے اور سیرت بھی۔(۱۱)

۴۔کتب تاریخ:

سیرت رسول ﷺ کا ایک اور اہم ماخذ قدما کی لکھی ہوئی اسلامی کتب تاریخ ہیں، بنیادی طور پر یہ سیرت کی کتابیں نہیں ہیں بلکہ اسلامی دنیا کے حکمرانوں، اہم شخصیتوں اور مسلمان ممالک کے احوال و وقائع بیان کرنے کا ذریعہ ہیں، لیکن اسلام کی ابتدا کے مبارک تذکرے میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور کارناموں کو بھی اپنا موضوع بناتی ہیں، تاریخ کی ان کتابوں میں کہیں آنحضرت ﷺ کے سوانح حیات مختصراً اور کہیں تفصیلاً بیان ہوئے ہیں۔ ہماری قدیم کتب تاریخ میں اکثر روایات تو وہی ہیں جو حدیث اور مغازی و سیر مشہور کتابوں میں محفوظ ہیں، لیکن ابتدائی دور کی تاریخی کتابوں میں ایسی روایتیں بھی خاصی تعداد میں مل جاتی ہیں جو صرف انہیں کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتب تاریخ، سیرت رسول ﷺ کے ضروری منبع کی حیثیت رکھتی ہیں، یوں تو اسلامی تاریخ پر متقدمین، متوسطین اور متاخرین نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں، لیکن سیرت رسول ﷺ کے حوالے سے صرف وہی کتابیں قابل ذکر ہیں جن میں اس مقدس ہستی کا بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے اور اُن کے بارے میں کچھ نہ کچھ نیا مواد پیش کیا گیا ہے۔(۱۲)

۵۔کتب تفاسیر:

سیرت رسول ﷺ کا ایک اور اہم ماخذ وہ کتب تفاسیر ہیں جو قرآن مجید کے معانی ومطالب بیان کرنے کی وضاحت کے لئے قدمانے تحریر کیں۔حضور اکرم ﷺ کے حالات دریافت کرنے کا سب سے مستند ذریعہ کلامِ الٰہی ہے۔چنانچہ جب قرآن مجید کی تشریح وتوضیح کی جاتی ہے تو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہ مقامات زیادہ اہم ہوجاتے ہیں جہاں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کیا ہے یا اُن کی زندگی کے مختلف واقعات کی طرف اجمالی اشارات کئے ہیں۔یہ تفاسیر اس وقت بھی معلومات کا ایک قیمتی خزانہ ثابت ہوتی ہیں جب یہ معلوم کرنا ہو کہ آیاتِ قرآنی کے نزول کے اوقات، اسباب اور مقامات کون کون سے تھے؟ اور ان کا آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ سے کیا تعلق تھا؟ اسی لئے کتب تفاسیر، سیرت النبی ﷺ کا ایک اہم سرچشمہ قرار دی گئی ہیں۔(۱۳)

۶۔کتب اسماء الرجال:

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور اہم ماخذ کتب اسماء الرجال ہیں، جو سیکڑوں کی تعداد میں قدیم محدثین اور مصنفین نے بڑی محنت اور کاوش کے بعد مرتب کیں، رسول اکرم ﷺ کے حالاتِ زندگی چونکہ صحابہؓ نے روایت کئے اور ان سے تابعین نے سنے اور نوٹ کئے اور اُن سے آگے تبع تابعین نے سن کر محفوظ کئے، اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ بقولِ شبلی نعمانی ”یہ بھی تحقیق کیا جائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت میں آئے، کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل تھے؟ سیکڑوں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کردیں، ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، اُن کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں، جو لوگ ان کے زمانے میں موجود نہ تھے اُن کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کئے۔ان تحقیقات کے ذریعے سے ”اسماء الرجال“ (بائیوگرافی) کا وہ عظیم الشان فن تیار ہوگیا جس کی بدولت آج کم از کم ایک لاکھ اشخاص کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں اور اگر ڈاکٹر اسپرنگر کے حسن ظن کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔(۱۴)

یہ حالات جن کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں انہیں ”کتب اسماء الرجال“ کہا جاتا ہے، یہ کتابیں اس لحاظ سے بڑی مفید ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات وکوائف منضبط کرتے وقت ضمناً

not

آنحضرت ﷺ کے واقعات بھی اُن میں محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے جو کچھ سنا، سیکھا یا آپ ﷺ کا جو بھی واقعہ اُن کی نظر سے گزرا، وہ سب کچھ صحابہؓ نے اپنے راویوں کے سامنے بیان کیا۔ یوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے بالواسطہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی بھی معلوم ہوتے گئے۔علاوہ ازیں بعض کتابوں کی ابتدا میں صحابہ اور تابعین کے تذکرے کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ سیرت رسول ﷺ کے لئے کتب اسماء الرجال کا یہ عظیم الشان سرمایہ انتہائی قابل قدر ہے۔(۱۵)

۷۔کتب شمائل :

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ وہ کتب شمائل ہیں، جن میں آنحضرت ﷺ کے حلیۂ مبارک، عادات وخصائل، اور فضائل ومعمولات زندگی کا تذکرہ ہے، یوں تو کتب احادیث میں بھی شمائل نبوی ﷺ کا ذکر ہوتا ہے، مثلاً صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں شمائل کا جداگانہ باب موجود ہے اور تمام مسانید، معاجم ومؤطات میں بھی سیرت رسول ﷺ کے اس خاص پہلو سے متعلق احادیث موجود ہیں۔(۱۶) لیکن بعض کتابوں میں صرف شمائل کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ (متوفی ۲۷۹ھ) کی کتاب الشمائل اس فن کی سب سے پہلی اور مشہور تالیف ہے۔اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے جید علما نے اس کی بیسیوں شرحیں لکھیں۔(۱۷)

شمائل کا موضوع سیرت نگاروں کے لئے اتنا پرکشش رہا ہے کہ اوائل سے لے کر اب تک اس پر طبع آزمائی ہو رہی ہے۔لہذا کتب شمائل بھی سیرت طیبہ مرتب کرنے میں ایک ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔

۸۔کتب دلائل:

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ دلائل نبوت ہیں، جن میں آنحضرت ﷺ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہے۔ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی کتاب ''خطبات مدراس'' میں اس صنف کی کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کے بیان کے لئے لکھی گئی ہیں۔(۱۸)

بقول حکیم غلام معین الدین نعیمی چند اہل قلم حضرات نے معجزات سرور کائنات ﷺ کو اپنی سیرت نگاری کا موضوع بنایا۔(۱۹) لہذا کتب دلائل بھی سیرت طیبہ کے مرتبین کے لئے ماخذ کا کام دیتی ہیں۔

۹۔کتب آثار و اخبار:

سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ وہ کتابیں ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ان کتابوں میں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے حالات زندگی اور ان مقامات مقدسہ کے نام ونشان ہیں جن کا حضور ﷺ سے کوئی تعلق رہا ہے۔ کتب سیرت کے لئے آثار و اخبار کی یہ تصانیف پس منظر کا کام دیتی ہیں، کیونکہ ان کے مصنفین نے مکہ اور مدینہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ان دونوں شہروں کے ماضی کو کریدا ہے اور یوں ہمارے لئے تاریخی معلومات کا ایسا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جو کہیں اور نہیں ملتا۔ان کتابوں کے مؤلفین کی محنت کی داد دینی چاہئے کہ انہوں نے ہزاروں سال پر محیط یہاں آباد ہونے والے قبائل کی تہذیبی و تمدنی زندگی کی تفصیلات ہمارے لئے فراہم کی ہیں اور اُن کا رشتہ سیرت رسول ﷺ سے یوں قائم کیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت ایک فطری عمل محسوس ہوتی ہے۔ان کتابوں کو اصل میں کتب تاریخ کی صف میں جگہ ملنی چاہئے ،لیکن آنحضرت ﷺ کی سوانح حیات کی فراہمی کے سلسلے میں ان کتابوں کی منفرد حیثیت ہے،اس لئے انہیں علیحدہ عنوان کے تحت موضوع بحث بنایا گیا ہے۔(۲۰)لہذا کتب آثار وآخبار بھی مآخذ سیرت کا حصہ قرار پاتی ہیں۔

۱۰۔معاصرانہ شاعری:

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ آنحضرت ﷺ کے زمانے کی وہ عربی شاعری ہے جو آپ کی ذات کے حوالے سے کی گئی ہے۔سر ولیم میور اگرچہ سیرت رسول ﷺ کے بنیادی منابع صرف دو ہی تسلیم کرتا ہے،یعنی قرآن و حدیث ،لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے نیچے دو سرچشمے اور بھی ہیں، یعنی ہم عصر دستاویزات اور عربی شاعری، ان دونوں نچلے درجے کے مآخذوں کے لئے بھی ہم احادیث کے ممنونِ احسان ہیں جن میں ان کا ایک بڑا حصہ محفوظ ہوگیا ہے۔(۲۱)یا پھر ہمیں کتب سیرو مغازی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جہاں جابجا ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر شعرا میں حضور ﷺ کے شفیق چچا حضرت ابو طالب، سبعہ معلقہ کے شعرا میں سے ایک شاعر، اعشٰی،حضرت کعب بن زہیرؓ،حضرت حسان بن ثابتؓ،حضرت عبداللہ بن رواحہؓ،عبداللہ بن زبعریٰؓ، کعب بن مالکؓ،فضالہ لیثیؓ اور عباس بن مرداسؓ کے نام اہم ہیں، یوں تو ابو زید القرشی نے جمہرہ میں المفصل

الضبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے حضور ﷺ کی شان میں شعر نہ کہا ہو اور اس کو موقع پر پڑھ کر نہ سنایا ہو''۔ اور اس کی تائید خلفائے راشدین، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور علیؓ کے کہے ہوئے اُن تعزیتی اشعار سے ہوتی ہے جو اکا دکا مختلف کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان اشعار سے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اعزا، حضرت عباسؓ حضرت فاطمہ زہرہؓ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت عاتکہؓ بنت عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب سے منسوب ہیں اور جن میں آنحضرت ﷺ کے وصال پر اظہار غم کیا گیا ہے، تاہم سیرت رسول ﷺ کے تائیدی حوالہ جات کے لئے جن شعرا کے کلام کی خصوصی اہمیت ہے، وہ وہی ہیں جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔(۲۲)

مذکورہ بالا شعراء کی نعتیہ شاعری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ، مثلاً عدل و انصاف، شفقت و رحمدلی، تدبر و حکمت، حلم و بردباری، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ اعلیٰ سلوک کا خصوصی تذکرہ ہے، علاوہ ازیں آپ ﷺ کے عالی حسب ونسب اور خاندان کی مدح بھی کی گئی ہے اور حضور ﷺ کے سراپا کا چشم دید بیان بھی ہے۔(۲۳) لہٰذا سیرت نگاری کے لئے معاصرانہ شاعری کی افادیت کا اندازہ ایک سیرت نگار بخوبی کرسکتا ہے۔

۱۱۔غیر مذاہب کی مقدس کتب:

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ غیر مذاہب کی مقدس کتابیں بھی ہیں، سیرت نگاری کے لئے ضروری ہے کہ موضوع سے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب ہوں، ان کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے اور اُن میں سے صرف وہی واقعات مآخذ کئے جائیں جو معیارِ تحقیق پر پورے اترتے ہوں اور جو رسول اللہ ﷺ کی ذات کے حوالے سے کسی پہلو کی نشاندہی کرتے ہوں یا دلیل فراہم کرتے ہوں۔

جن سیرت نگاروں نے سیرت طیبہ کے اصل منابع یعنی قرآن مجید، کتب حدیث، کتاب سیرت ومغازی اور کتاب شمائل کے علاوہ غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کو بھی استعمال کیا ہے اُن میں سرسید احمد خان اور قاضی سلیمان منصور پوری قابل ذکر ہیں۔ سرسید احمد خان نے ''الخطبات الاحمدیہ'' میں ایک باب ''رسول اللہ ﷺ کی بشارات کے بیان میں جو توریت اور انجیل میں مذکور ہیں'' کے عنوان سے رکھا ہے جس میں عبرانی بائبل کے حوالے بھی اُسی زبان کے حروف میں پیش کئے ہیں۔(۲۴) قاضی سلیمان

منصور پوری نے بھی ''رحمۃ للعالمین'' میں اس ماخذ کو استعمال کیا ہے۔ڈاکٹر محمد میاں صدیقی فرماتے ہیں

> مراجع و مصادر کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب نے صرف اسلامی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کی ورق گردانی بھی کی ہے اور یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط شواہد بہم پہنچا کر حضور اکرم ﷺ کی عظمت پر مہر ثبت کردی ہے۔ (۲۵)

اسی کی تائید سید سلیمان ندویؒ کے اس جملے سے بخوبی ہوتی ہے کہ ''مصنف مرحوم کو توراۃ اور انجیل پر مکمل عبور حاصل تھا''۔ (۲۶) دورِ حاضر کے سیرت نگاروں میں طالب حسین کرپالوی نے اپنی تصنیف ''سیرت النبی انجیل مقدس کی روشنی میں'' (۲۷) پیش کر کے سیرت نگاری میں بطور ماخذ غیر مذاہب کی مقدس کتب کی اہمیت کو مزید اجاگر کر دیا ہے۔

مآخذ سیرت کے مذکورہ بالا بیان کے بعد یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ قدیم اور ماضی قریب کے سیرت نگاروں نے جن کی تعداد کا تعین کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اپنی تالیفات کے دوران متذکرہ مآخذ سیرت میں سے اکثر کو استعمال کیا ہوگا، لیکن اُن کا ذکر اپنی تالیفات کے مقدمات یا دیباچوں میں نہیں کیا ہے۔ لیکن یہ ضرور کہا ہے کہ انہوں نے سیرت نگاری کے لئے ''اصل اور بنیادی مواد'' پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اس کی وجہ غالبًا یہ رہی ہوگی کہ اُن کے زمانے میں دورِ جدید کا طریقۂ تصنیف و تحقیق مروج نہ تھا، لہٰذا اُن سیرت نگاروں نے اس وضاحت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالے میں جن معروف کتب سیرت کے مقدمات کو مطالعے کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ اُن میں سے اکثر مؤلفین سیرت نے مذکورہ مآخذ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن جن سیرت نگاروں نے مآخذ سیرت کا ذکر یا اعتراف اپنے مقدمات میں کیا اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

منتخب عربی کتب سیرت کے مقدمات کا مطالعہ کرنے کے نتیجے میں صرف محمد حسین ہیکل (۲۸) نے اپنی کتاب حیات محمد کے مقدمے میں قرآن مجید، کتب احادیث، کتب سیر، کتب تاریخ اور غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کو استعمال کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

مستشرقین کی تحریر کردہ کتب سیرت کے مقدمات کا مطالعہ کرنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے اُسے علامہ شبلی نے بہت عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

> مصنفین یورپ تین قسموں پر منقسم کئے جاسکتے ہیں ...... یورپین مصنفین کا تمام تر سرمایۂ استناد صرف سیرت و تاریخ کی کتابیں ہیں ...... جس وجہ سے ہم انہیں

not

سیرت نگاری کے فن سے معذور رکھتے ہیں ...... یورپ کے اصول و تنقیح شہادت اور ہمارے اصولِ تنقیح میں سخت اختلاف ہے۔(۲۹)

اس مقالے کے لئے منتخب اردو کتب سیرت کے مقدمات کا مطالعہ کرنے کے دوران جن سیرت نگاروں نے مآخذ سیرت کا ذکر کیا ہے اُن میں علامہ شبلی نعمانی (۳۰) نے قرآن مجید اور کتب سیرت و مغازی اور کتب اسماء الرجال کا ذکر کیا ہے۔ پروفیسر سید نواب علی (۳۱) مولانا ابوالکلام آزاد (۳۲) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۳۳) نے قرآن مجید کو سیرت طیبہ کا اہم ماخذ گردانا ہے۔ سید سلیمان ندوی (۳۴) نے محدثین ارباب سیر اور اسماء الرجال کو اہمیت دی ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی (۳۵) نے قرآن مجید، کتب احادیث، کتب تاریخ، کتب آثار و اخبار اور غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کو بطور مآخذ استعمال بھی کیا اور انہیں مآخذ قرار دیا ہے۔

موجودہ زمانے کے محققین میں ڈاکٹر انور محمود خالد (۳۶) نے قرآن مجید، کتب احادیث، کتب مغازی و سیر، کتب تاریخ، کتب تفاسیر، کتب اسماء الرجال، کتب شمائل، کتب دلائل، کتب آثار و اخبار اور معاصرانہ شاعری کو مآخذ سیرت قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی (۳۷) نے قرآن مجید، کتب احادیث کو مآخذ قرار دیا ہے اور ڈاکٹر سہیل حسین (۳۸) نے قرآن مجید، کتب احادیث، کتب سیرت اور کتب تاریخ کو سیرت نگاری کے مآخذ گردانا ہے۔

سیرت نگاری اور اصول روایت و درایت:

سیرت نگاری ایک جداگانہ فن ہے جو فن حدیث کی طرح روایت و درایت کے اصولوں پر قائم رہنے کا متقاضی ہے۔ اسی لئے سیرت طیبہ کو تحقیقی انداز میں لکھنے والے سیرت نگاروں کو قدیم سیرت نگاروں سے یہ شکایت رہی ہے کہ انہوں نے سیرت نگاری میں روایت کے ساتھ درایت کے اصولوں کی پوری پابندی نہیں کی ہے جس کے نتیجے میں سیرت طیبہ کے لٹریچر میں ایسی کمزور، مشتبہ اور غلط روایات داخل ہوگئیں ہیں جن سے اسلام اور سیرت طیبہ کی پرشکوہ عمارت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ دور جدید کے بعض سیرت نگاروں نے سیرت نگاری میں اصول روایت و درایت کی اہمیت اور اصولوں کی نشاندہی کی ہے۔ ذیل میں اسے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے روایت کی تحقیق کا اصول خود قائم کر دیا ہے۔ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ میں

صاف حکم دیا گیا کہ:

يَا يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ م بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَافَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ O (۱/۳۸الف)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو دانستہ نقصان پہنچا بیٹھوں اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی فن روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ''جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتایا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کیا جائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل تھے؟ (۳۹)

محدثین روایت کو پرکھنے کے لئے کچھ شرائط مقرر کرتے ہیں، ان کے نزدیک درج ذیل صورتوں میں روایت اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں، لیکن بعض کے ہاں چند نکات پر اتفاق نہیں ہے۔ ۱۔ جو روایت عقل کے خلاف ہو، ۲۔ جو روایت اصولِ مسلمہ کے خلاف ہو، ۳۔ محسوسات اور مشاہدے کے خلاف ہو، ۴۔ قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو، ۵۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو، ۶۔ معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو، ۷۔ وہ روایت جو رکیک المعنی ہو مثلاً کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ، ۸۔ جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو، ۹۔ جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو باایں ہمہ ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو، ۱۰۔ جس روایت میں ایسا قابل اعتنا واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا تو سیکڑوں آدمی اس کو روایت کرتے، باوجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو۔ (۴۰)

حکیم عبدالرؤف دانا پوری نے درایت اور عقل کو ایک چیز قرار دینے اور روایت کو اسناد پر ترجیح دینے کی وجہ سے علامہ شبلی نعمانی پر تنقید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ درایت کے معنی عقل نہیں ہے، علم اور تجربے

not

کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے، اُس کو درایت کہتے ہیں۔ محدثین کا مدعا یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے پوری واقفیت ہو اور اس بارے میں جتنی روایات صحیح ہیں، وہ اس کے پیش نظر ہوں، رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو۔ ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ اسی کو درایت کہتے ہیں، ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی، اور اس کی سند نہ معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرت کی بنا پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔(۴۱)

قرآن مجید نے درایت کا اصول بھی قائم کر دیا ہے۔ علامہ شبلی اس کی وضاحت ان دلائل کے ساتھ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو اس طرح اس خبر کو مشہور کر دیا کہ بعض صحابہؓ تک مغالطے میں آ گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت حسانؓ بھی قاذفین میں شریک تھے، اور اسی بناء پر حدِ قذف جاری کی گئی۔ قرآن مجید میں اس کی تصریح یوں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ۔ (۴۱/الف)

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے۔

اس پر قرآن مجید کی جو آیات حضرت عائشہؓ کی برأت اور طہارت کے متعلق نازل ہوئیں اُن میں سے ایک سورۃ النور کی آیت نمبر ۱۶ ہے جس میں فرمایا گیا:

وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ أَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ق سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (۴۱/ب)

اور جب تم نے سنا تو یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ، یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔

عام اصول کی بنا پر اس خبر کی تحقیق کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے راویوں کے نام دریافت کئے جاتے، پھر دیکھا جاتا وہ ثقہ اور صحیح الروایہ ہیں یا نہیں؟ پھر ان کی شہادت لی جاتی۔ لیکن خدا نے اس آیت میں فرمایا کہ سننے کے ساتھ تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا خلاف قیاس جو واقعہ بیان کیا جائے قطعاً سمجھ لینا چاہئے کہ غلط ہے۔(۴۲)

مولانا شبلی نعمانی نے سیرت نگاری میں اصول روایت اور درایت کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے تفصیلی دلائل دیئے ہیں جنہیں اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سیرت کا ذخیرہ کتب حدیث

کا ہم پلہ نہیں البتہ اُن میں سے تحقیق وتنقید کے معیار پر جو اتر جائے وہ حجت اور استناد کے قابل ہے .... سیرت کی کتابوں کی کم پائیگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیق وتنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کردی گئی یعنی وہ روایتیں تنقید کی زیادہ محتاج ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں ۔باقی جو روایتیں سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہیں اُن میں تشدد اور احتیاط کی چنداں حاجت نہیں .... مناقب اور فضائل اعمال میں کثرت سے ضعیف روایتیں شائع ہوگئیں اور بڑے بڑے علما نے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کا درج کرنا جائز رکھا .... غور کرو ابونعیم، خطیب بغدادی، ابن عساکر، حافظ عبدالغنی وغیرہ حدیث اور روایت کے امام تھے ۔باوجود اس کے یہ لوگ خلفا اور صحابہ کے فضائل میں ضعیف حدیثیں بے تکلف روایت کرتے تھے ۔اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ صرف حلال وحرام کی حدیثوں میں احتیاط اور تشدد کی ضرورت ہے ان کے سوا اور روایتوں میں سلسلۂ سند نقل کردینا کافی ہے، تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں ہے .... اس موقع پر ایک خاص نقطہ لحاظ کے قابل ہے یہ مسلم ہے کہ حدیث وروایت میں امام بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو جو عقیدت اور خلوص اور شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے ۔باوجود اس کے فضائل ومناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بیہقی، ابونعیم، بزار، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں بخاری اور مسلم میں ان کا پتہ نہیں لگتا بلکہ اس قسم کی حدیثیں جو نسائی، ابن ماجہ، ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں صحیحین میں وہ بھی مذکور نہیں ۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر تحقیق وتنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں .... سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ زیادہ تر اسی قسم کی کتابوں (طبرانی، بیہقی، ابونعیم وغیرہ) سے ماخوذ ہیں ۔اس لئے ان میں کثرت سے کمزور روایتیں درج ہوگئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا کہ سیر میں ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں .... محدثین نے جو اصول قرار دیے تھے سیرت کی روایتوں میں لوگوں نے اکثر نظر انداز کردیے، نہایت تعجب انگیز بات یہ ہے کہ جن بڑے بڑے نامور مصنفین مثلاً امام طبری وغیرہ نے سیرت پر جو کچھ لکھا اس میں اکثر جگہ مستند احادیث کی کتابوں سے کام نہیں لیا (......... یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ امام طبری ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور صحاح ستہ مدون ہوچکی تھیں)، مصنفین سیرت میں سے بعض لوگوں نے اس نکتے کو سمجھا اور جب احادیث کی زیادہ چھان بین کی تو ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ سیرت کی کتابوں میں بہت سی روایتیں صحیح حدیثوں کے خلاف درج ہوگئی ہیں، لیکن چونکہ ان کی تصنیف پھیل چکی تھی اس لئے اس کی اصلاح نہ ہوسکی .... سیرت میں اگلوں نے جو کتابیں

not

لکھیں، ان سے مابعد کے لوگوں نے جو روایتیں نقل کیں انہیں کے نام سے کیں، ان کے مستند ہونے کی بناء پر لوگوں نے ان تمام روایتوں کو معتبر سمجھ لیا اور چونکہ اصل کتابیں ہر شخص کے ہاتھ نہیں آ سکتی تھیں، اس لئے لوگ راویوں کا پتہ نہ لگا سکے اور رفتہ رفتہ یہ روایتیں تمام کتابوں میں داخل ہو گئیں .... روایت کے متعلق جو اصول منضبط ہوئے صحابہؓ کے متعلق بعض بعض موقعوں پر کام نہیں لیا گیا .... اختلاف مراتب کی بنیاد پر بڑے بڑے معرکۃ الآراء مسائل کی بنیاد قائم ہے مثلاً دو روایتوں میں تعارض پیش آ جائے تو اس بحث کے فیصلے میں صحیح طریقہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک روایت کے راویوں کا دوسری روایت کے راویوں سے عالی رتبہ ہونا ثابت کر دیا جائے (گو دونوں راوی ثقہ ہیں) اور یہ اس روایت کی ترجیح کا قطعی ذریعہ ہوگا .... لیکن صحابہؓ میں آ کر یہ اصول بیکار ہو جاتا ہے .... ارباب سیر اکثر واقعات کے اسباب وعلل سے بحث نہیں کرتے نہ ان کی تلاش وتحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اس باب میں یورپ کا طریقہ نہایت معتدل ہے .... سب سے اہم اور سب سے زیادہ قابل بحث یہ بات ہے کہ راوی جو واقعہ بیان کرتا ہے اس میں کس قدر حصہ اصل واقعہ ہے اور کس قدر راوی کا قیاس ہے۔ تفحص اور استقراء سے بعض جگہ یہ نظر آتا ہے کہ راوی جس چیز کو واقعے کی حیثیت سے بیان کرتا ہے وہ اس کا قیاس ہے واقعہ نہیں، اس کی بہت سے مثالیں سیرت میں موجود ہیں .... فن تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے بڑا قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے .... اس کا پہلا نتیجہ یہ تھا کہ سیرت کا نام مغازی رکھا گیا۔ جس طرح سلاطین کی تاریخیں جنگ نامہ وشاہنامہ کے نام سے لکھی جاتی ہیں، چنانچہ سیرت کی ابتدائی تصنیف مثلاً سیرت موسیٰ بن عقبہ اور سیرت ابن اسحاق مغازی ہی کے نام سے مشہور ہیں، ان کتابوں کی ترتیب یہ ہے کہ سلاطین کی تاریخ کی طرح سنین کو عنوان بناتے ہیں اور اسی ترتیب سے حالات لکھتے ہیں۔ یہ حالات جنگی تمام تر جنگی معرکے ہوتے ہیں اور غزوات ہی کے عنوان سے داستانیں شروع کی جاتی ہیں، یہ طریقہ اگرچہ سلطنت وحکومت کی تاریخ کے لئے بھی صحیح نہ تھا لیکن نبوت کی سوانح نگاری کے لئے تو ناموزوں ہے۔ (۴۳)

سیرت نگاری میں قیاس ودرایت کے حوالے سے مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ ”نہایت مہتم بالشان بحث یہ ہے کہ کوئی روایت اگر عقل یا مسلمات یا دیگر قرائن صحیحہ کے خلاف ہو تو آیا صرف اس بناء پر واجب التسلیم ہوگی یا نہیں کہ رواۃ ثقہ ہیں اور سلسلۂ سند متصل ہے؟ علامہ ابن جوزی نے اگرچہ لکھا ہے کہ جو حدیث عقل کے خلاف ہو اس کے رواۃ کی جرح وتعدیل کی ضرورت نہیں، لیکن اس سے اصل بحث کا

فیصلہ نہیں ہوتا۔ عقل کا لفظ ایک غیر مشخص لفظ ہے۔ حامیان روایت لکھتے ہیں کہ اگر اس لفظ کو وسعت دے دی گئی تو ہر شخص جس روایت سے چاہے گا انکار کر دے گا یہ میرے نزدیک عقل کے خلاف ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس بحث کا قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے، عام خیال یہ ہے کہ جس روایت کے رواۃ ثقہ اور مستند ہوں اور سلسلۂ روایت کہیں سے منقطع نہ ہو وہ باوجود خلاف عقل ہونے کے انکار کے قابل نہیں .... ان کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ ہے جو دلائل عقلی اور قرائن حالی کی بنا پر بعض حدیثوں کے تسلیم کرنے میں تامل کرتا ہے، اور یہ طریقہ خود صحابہ کرامؓ کے عہد میں شروع ہو گیا تھا اور محدثین کے اخیر دور تک قائم رہا ...... صحابہؓ کے بعد محدثین میں ایک ایسا گروہ موجود رہا، جو عقلی یا نقلی وجوہ کی بناء پر بعض روایات کے تسلیم کرنے میں تامل کرتا تھا گو ان کے رواۃ ثقہ اور مستند ہوتے تھے۔ (۴۴)

اسلامی فن روایت عقل و درایت کی اہمیت اور بلند مقام کو صحابۂ کرامؓ کے طرز عمل اور علمائے نقد حدیث کے قواعد و اصول کی روشنی میں مولانا شبلی نعمانی نے درج ذیل نکات میں پیش کیا ہے:

۱۔ سب پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں، پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہئے، اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کی روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے۔

۳۔ سیرت کی روایتیں باعتبار پایۂ صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں۔ اس لئے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۴۔ بصورتِ اختلاف روایاتِ احادیث، رواۃ ارباب فقہ و ہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہو گی۔

۵۔ سیرت کے واقعات میں سلسلۂ علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۶۔ نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہئے۔

۷۔ روایت میں اصل واقعہ کس قدر ہے؟ اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جز شامل ہے؟

۸۔ اسباب خارجی کا کس قدر اثر ہے؟

۹۔ جو روایت عام وجوہ عقلی، مشاہدۂ عام، اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہو گی لائق حجت نہ ہو گی۔

۱۰۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق و جمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہئے کہ راوی سے ادائے

not

مفہوم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

۱۱۔ روایاتِ احادیث کو موضوع کی اہمیت اور قرائن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہئے۔(۴۵)

سیرت نگاری میں اصول روایت و درایت کی اہمیت کے حوالے سے سرسید احمد خان فرماتے ہیں:

> تمام محدثین نے جن کی سعی اور کوشش کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے اپنی اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو بھی بیان کیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں، پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں، جن سے کم و بیش آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات صحیح صحیح دریافت ہوسکتے ہیں اور جن کو معقول طریقہ پر ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک معتبر تذکرہ آپ ﷺ کی زندگی کا جمع ہوسکتا ہے...... بااین ہمہ جس قدر حدیثیں آنحضرت ﷺ کے حالات سے متعلق اُن مشہور حدیث کی کتابوں میں مندرج ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ جن کو ہم مثل کتاب اللہ کے بے غور اور بلا تحقیقات اندھا دھندی سے مان لیں، بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اُن تمام حدیثوں کو خواہ وہ بخاری کی ہوں یا مسلم کی اور جامع ترمذی کی ہوں یا شمائل ترمذی کی، اُن کے سچا قبول کرنے کے اُن کی سچائی اور صحت تحقیقات اُن اصولوں اور قواعد کے ساتھ کرلیں جو اس کے لئے مقرر ہیں، اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو سخت غلطیوں میں پڑیں گے، کیونکہ بے سند حدیث مسلمانوں کے مذہب میں کوئی وقعت اور اعتبار نہیں رکھتی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی کتاب تحفہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں ''حدیث بے سند گوز شتر است'' مگر افسوس ہے کہ بہت ہی کم مصنف ہیں جنہوں نے اُس ضروری اور نہایت ضروری اصول کی پیروی کی ہو۔(۴۶)

> ان حدیث کی کتابوں کے سوا جن کا ابھی ذکر ہوا، اور بہت سی کتابیں ہیں جو خاص آنحضرت ﷺ کے حالات کے لئے لکھی گئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جن میں ان کے سوا اور بھی حالات ہیں اور یہ تمام کتابیں عموماً کتب سیر کے نام سے موسوم ہیں، اور جن میں سے کتب مفصلۂ ذیل زیادہ مشہور رہیں۔ ابن اسحاق،

ابن ہشام، طبقات اور تاریخ الکبیر المشہور بواقدی، طبری، سیرت شامی، ابو الفدا، مسعودی، مواہب لدنیہ، ان کے سوا عربی اور فارسی زبان میں اور بھی کتابیں ہیں جو انہی سے بنائی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں سے پہلی چار کتابیں بہت قدیم ہیں اور باقی بہت پچھلی۔ یہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح وموضوع حدیثوں کا مختلط مجموعہ ہے جس میں صحیح اور غلط، مشتبہ اور درست اور جھوٹی اور سچی کسی کا کچھ امتیاز نہیں، اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں ان میں اس قسم کا اختلاط زیادہ ہے۔ قدیم مصنفوں اور اگلے زمانے کے مؤرخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جو ان کے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہ جمع کرلیں اور اس بات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کونسی اُن میں کی بالکل صحیح ہے اور کون سی غلط اور کس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہے اور کسی میں مضمون کے سمجھنے اور واقعے کے بیان میں غلط فہمی ہوئی ہے، آئندہ وقت یا آئندہ نسلوں پر منحصر رکھیں، مگر افسوس یہ ہے کہ پچھلی نسلوں نے بعوض اُس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے، انہی کتابوں کو اپنی تصنیفات جدیدہ کا ماخذ ٹھہرایا، اور اس لئے اُن پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص پیدا ہوا جو ان قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا، غرض کہ اب فن سیر کی تمام کتابیں، کیا قدیم کیا جدید، مثل ایسے غلے کے انبار کے ہیں، جس میں کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا، اور ان میں تمام صحیح وموضوع، جھوٹی اور سچی، سند اور بے سند، ضعیف وقوی، مشکوک ومشتبہ روایتیں مخلوط اور گڈمڈ ہیں۔ (۴۷)

سیرت نگاری میں اصول روایت ودرایت نہ برتنے کے نتیجے میں اسلام کو جو نقصان پہنچا ہے اس کے حوالے سے محمد حسین ہیکل فرماتے ہیں کہ مغربی اہل قلم جو مسلمانوں کے سیاسی زوال کا سبب اسلام کو بتاتے ہیں، کسی حد تک معذور رہی سہی، اس لئے کہ اُن کی تصانیف کے ماخذ دو قسم کے ہیں:

۱۔ اسلام کے دوست نما دشمنوں کی تصنیفات

۲۔ اسلام کے نادان دوست مسلمانوں کی تصنیفات

دوسری قسم نے خدا کے دین میں وہ باتیں داخل کردیں جنہیں خدا اور اس کا رسول ﷺ بھی

گوارا نہیں کر سکتے۔ اس طائفے کی جسارت کا یہ حال ہے کہ جس کسی نے اُن کے مخترعات سے انکار کیا اُس کے حق میں کافری کا حکم صادر فرما دیا۔(۴۸)

اس سے قطع نظر جب ہم آنحضرت ﷺ کی سیرت پر مسلمانوں ہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ان اسفار میں بے شمار اسی قسم کی کتابیں ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ کے دامن میں وہ کچھ بھر دیا ہے جسے دیکھ کر عقل سٹ جائے۔ طرفہ یہ کہ اسلام کے ان نادان دوستوں نے ان مخترعات و مزعومات کو اثبات رسالت میں مددگار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ ان سے نبوت کی نفی ہونا چاہئے۔ یہی مخترعات اُن مستشرقین کی دستاویزیں ہیں جو اسلام، رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں پر طعن کرنا وظیفۂ استشراق سمجھتے ہیں کاش! وہ ان بے اصل باتوں پر اکتفا نہ کرتے جو نادان مسلمان مصنفوں نے اندھی عقیدت میں سیرت کی کتابوں میں داخل کر دی ہیں تو ہمیں اتنا گلہ نہ ہوتا، مگر مغربی اہل قلم نے ان مندرجات کے نوک پلک بنانے میں ایسی فسون کاری سے کام لیا کہ اس پر اصل کا دھوکا ہونے لگا۔ اس پر انہوں نے اپنے انداز تصنیف کو "تحقیق جدید" کا عنوان بخشا جس کا مقتضا یہ تھا کہ جس بحث پر قلم اٹھائے اس کی تنقیح ایسی دقت نظر سے کیجئے جیسے کوئی عادل زیر تفتیش معاملے کی چھان بین کر کے غیر متعلق اجزا کو ایک طرف رکھ دیتا ہے اور اصل متعلقات سے بحث کرتا ہے۔ لیکن مستشرقین کی تحریروں میں اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق جدل عجیب جوئی اس حد تک صاف دکھائی دے گی۔ وہ اپنا مدعا ایسے پرفریب انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے اُن کے یاران طریقت اُسے عین حقیقت سمجھ لیں .... یہ سب کچھ سہی مگر خدائے برتر نے طمانیت و سکون خاطر کی دولت ان میں سے بھی چند آزاد فکر مسیحی مصنفوں کے حصے میں لگا دی جو اسلام اور اس کے بانی صلوات اللہ علیہ کے بارے میں انصاف سے زیادہ دور نہیں رہے۔(۴۹)

سیرت نگاری میں احادیث مبارکہ کی جانچ اور پرکھ کے حوالے سے محمد حسین ہیکل، ابن خلدون کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ "مجھے کسی ایسی حدیث یا قول صحابی پر صحت کا یقین نہیں جس میں ظاہر قرآن سے خلاف مترشح ہو اگرچہ اس کے راوی ثقاہت میں معروف ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ بعض راوی اپنے ظاہر حال کی وجہ سے ثقہ متصور ہو جاتے ہیں، لیکن ان کا باطن بہتر نہیں ہوتا، اگر سند کے ساتھ متن حدیث کی تنقید کی جائے تو بے شمار متون ایسے ہوں گے جو سند کے اتصال و ثقاہت کے تار پود کو بکھیر دیں گے۔ موضوع حدیث کا معیار یہ ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک دفعہ کے ضمن میں آسکے
۱۔ ظاہر القرآن کے خلاف ہو، ۲۔ شریعت کے مقررہ قواعد کے خلاف ہو، ۳۔ برہان عقلی کے خلاف ہو،

not

۴۔ حس و مشاہدے اور ہر انداز کے تعینات کے منافی ہو''۔ حدیث نبی ﷺ کے قبول و رد کا یہی معیار صحیح ہے اور رجو حدود ابن خلدون نے متعین کی ہیں انہیں کے اندر جدید علمی تنقید پوری طرح محصور ہے۔ (۵۰)

محمد حسین ہیکل اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے وضع حدیث کے محرکات، مناقب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث سازی کے جذبے، طرف داران بنواُمیہ اور دوستداران علیؓ کی احادیث مناقبت میں دوڑ، عباسی دور کی روایات میں عدم تنقیح اور خلاف عقل روایات پر دلائل پیش کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''جو شخص خود پر یہ فرض عائد کرنا چاہتا ہے کہ اپنے علم و تحقیق کے ساتھ مخلوق کی خدمت اسلام اور نبی عربی ﷺ کے سوانح پیش کر کے سرانجام دے، اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس تحقیق کے ساتھ لکھنا چاہئے، جس سے انسان کو رہبری حاصل ہو''۔ (۵۱)

یہی نقطۂ نظر مولانا سید ابوالحسن ندوی کا بھی ہے، فرماتے ہیں کہ ''عہد حاضر کے سیرت نگار کے لئے بہت ضروری ہے اور اس کا کام اس وقت تک مکمل قرار نہیں دیا جائے گا جب تک اس میں بحث و تحقیق کا سا انداز نہ اختیار کیا گیا ہو''۔ (۵۲)

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی اصول روایت و درایت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ تاریخی روایات کے پرکھنے کا عام عقلی قاعدہ یہ ہے کہ ہر روایت کو چار تنقیحات سے گزرنے کے بعد ہی قبول کیا جاسکتا ہے، ۱۔ جو واقعہ بیان کیا جائے اس کے لئے امکان عقلی اور امکان عادی موجود ہو۔ اگرچہ امکان واقعہ دلیل واقعہ نہیں مگر دونوں قسم کے امکان کا ہونا ضروری ہے، ۲۔ ظرف زمان و ظرف مکان کے تقاضے واقعے کے خلاف نہ ہوں، ۳۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے اس لئے کوئی سابقہ مسلمہ واقعہ ایسا ضروری مل جانا چاہئے جو اس واقعہ کا سبب قرار پا سکے، ۴۔ ہر واقعہ اپنا ایک اثر رکھتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ واقعے کے بعد اس کے اثرات پیدا ہوں، جب ان چار تنقیحات پر کوئی واقعہ ثابت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ اس واقعہ تاریخی کا راوی کس درجے کا آدمی ہے، صادق سنجیدہ اور قابل اعتبار راوی ہے یا نہیں اور اس راوی کو اس واقعے کا علم کس طرح حاصل ہوا ہے خود راوی اور اس کے اساتذہ میں دین داری اور دیانت بیان کس قدر پایا جاتا ہے، ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی کسی واقعے کو واقعۂ تاریخی قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ رام لیلا اور راس لیلا کی کہانیوں سے زیادہ اونچا مقام اس روایت کو نہیں مل سکتا۔ (۵۳)

سیرت نگاری کا منہج تحقیق:

سیرت نگاری میں منہج تحقیق معلوم کرنے کے لئے جن منتخب سیرت نگاروں کے مقدمات کا مطالعہ کیا گیا، ان میں چند ہی نے اپنے منہج تحقیق کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی بھی تالیف کے لئے منہج کا تعین نہ کیا جائے۔ لیکن قدیم اور ماضی قریب کے سیرت نگاروں کے دیباچوں یا مقدمات میں منہج تحقیق کے ذکر نہ کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان کے زمانے میں موجودہ زمانے کا طریقۂ تصنیف رائج نہ تھا جس میں منہج تحقیق بھی مقدمات میں بیان کیا جاتا ہے، لہٰذا اسی بنا پر ان سیرت نگاروں نے اپنے منہج تحقیق کو بیان کرنا ضروری نہ جانا، ذیل میں اُن سیرت نگاروں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے اپنے منہج تحقیق کو بیان کیا ہے یا اس کی نشاندہی کی ہے۔

کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' کے مؤلف شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی تالیف میں جس منہج کو بیان کیا ہے وہ یہ کہ احادیث کو معتبر اسانید سے نقل کیا ہے، ردکی جانے والی احادیث اور اخبار موضوعہ کو نہیں لکھا، ضعیف احادیث کا ضعیف سند، دیگر شواہد اور طرق متعددہ سے دور ہو جانے والی احادیث کو بہت سے اقسام سے ترتیب دیا ہے۔(۵۴)

کتاب ''معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ'' کے مؤلف ملا معین واعظ الہروی نے اس کتاب کی تالیف کے لئے جس منہج کو اختیار کیا ہے اس کا ذکر مقدمے میں کیا ہے، انہوں ایک عرصہ تک احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا، تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، مستند روایات و اسانید کو جانچا اور پرکھا، نفیس کلام اور اعلیٰ علمی نکات جمع کئے۔ تفسیر قرآن کا ایک مسودہ ''اربعین مسمّی بہ روضۃ الواعظین فی احادیث سید المرسلین ﷺ'' کی چار جلدیں اور اچھی اچھی حکایتیں، مجالس میں سنانے والے قصے، اور ذکر و اذکار کے مجموعے جمع کئے۔ اپنی پچاس مجالس اذکار بیان کو جمع کیا اور وقت کے متبحر علمائے کرام سے ان کی تائید و موافقت کرائی، دلائل اور حقائق کو جمع کیا اور تحقیق و تفحص کا کام بھی کیا۔ علاوہ ازیں ذوق و شوق کے اشعار بھی جمع کئے اور تالیف کا حصہ بنائے۔(۵۵)

کتاب ''حیات محمد ﷺ'' کے مؤلف محمد حسین ہیکل نے اپنی تالیف میں منہج تحقیق کو بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب کی تدوین و تحقیق جدید مغربی نہج پر کی گئی۔ اس کام میں سیرت طیبہ کے متعلق تمام اسفار کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد مغازی محمد الواقدی اور

روح الاسلام سید امیر علی کو دوبارہ حرف با حرف پڑھا گیا۔ اس کے بعد مستشرقین کی دو کتابیں، درمنگھم کی سیرت محمد اور ریاض کا مطالعہ کیا گیا، بعدازاں قرآن مجید کو سیرت کا اساسی مصدر قرار دے کر آیات کا استخراج کیا پھر سیرت طیبہ مدون کرنے کے لئے احادیث و سیر کی کتابوں سے استشہاد کیا گیا۔ قرآن مجید کی ہر اس آیت پر جو سیرت طیبہ سے متعلق تھی شان و اوقات نزول اور مناسبت تلاش کی گئی جس کے لئے صرف دو کتابیں ہی مفید ثابت ہوئیں ایک واحدی کی کتاب ''اسباب النزول'' دوسری ابن سلامہ کی کتاب ''الناسخ و المنسوخ''، اس کے علاوہ جامعہ ازہر کے اکابر کی رہنمائی حاصل ہوئی۔ دارالکتب المصریہ کی لائبریری سے استفادہ کیا گیا۔ اہم مصادر میں ''فجر الاسلام'' استاد محمد، ''قصص الانبیاء'' استاد عبدالوہاب النجار، ''الادب الجاہلی''، ڈاکٹر طہٰ حسین اور ''الیہود فی البلاد العرب''، اسرائیل و تفنسن سے استفادہ کیا گیا۔ مستشرقین کی بعض وقیع کتابیں خصوصاً کوسان اور پرسفال کی کتاب ''رسالہ تاریخ عرب سے متعلق'' سے بھی استفادہ کیا گیا، اس تالیف میں بشمول دوسرے مسائل کے روایات کو علمی تحقیق کے ساتھ منکشف کیا گیا ہے۔(۵۶)

کتاب سیرت النبی ﷺ کے مؤلف مولانا شبلی نعمانی نے درج ذیل منہج تحقیق بیان کیا ہے۔

سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے اُن کو سب پر مقدم رکھا ہے۔ احادیث صحیحہ کے مقابلے میں سیرت کی روایتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی روایت کو چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ کتب حدیث میں ہر قسم کے نہایت تفصیلی واقعات ضمنی موقعوں پر روایت میں آجاتے ہیں اس لئے اگر عام استقرا اور تفحص سے کام لیا جائے تو تمام اہم واقعات میں خود صحاح ستہ کی روایتیں مل جاتی ہیں، کتاب میں اکثر تفصیلی واقعات حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کئے گئے ہیں جو اہل سیر کی نظر سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے، اہم واقعات کے متعلق تنقید اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ اس خاص ضرورت کے لئے پہلے ابن ہشام ابن سعد اور طبری کے تمام رواۃ کے نام الگ انتخاب کر لئے گئے جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے پھر اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ تیار کیا تا کہ جس سلسلۂ روایت کی تحقیق مقصود ہو بآسانی ہو جائے۔ فرو گذاشتوں کی حتی الامکان اصلاح اور تلافی کی گئی ہے۔ صرف ان کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو مؤلف کی نظر سے گزری ہیں، جو واقعات کسی قدر اہم ہیں اُن کے متعلق صحیح حدیثوں یا مستند تاریخی روایتوں کا حوالہ دیا ہے، لیکن عام واقعات یا غزوات کے متعلق جزئیات کی تفصیل میں محدثانہ کدو کاوش نہیں کی گئی ہے۔ کتابیات کی فہرست دی گئی ہے۔(۵۷)

کتاب سیرت المصطفیٰ کے مؤلف مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اپنی مختصر تصنیف میں یہ منہج اختیار کیا ہے، تمام مواد احادیث سے لیا گیا ہے، محدثین کے اصول وقواعد کا اتباع ضروری سمجھا ہے، غیر مستند اور غیر معتبر روایات سے پرہیز کیا گیا ہے، سیرت میں جہاں صحت مآخذ اور روایات کے معتبر ہونے کا التزام کیا ہے وہاں اسرار وحکم کا بھی کچھ اہتمام کیا ہے، کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا گیا ہے اور نہ کسی حدیث میں ان کی خاطر سے کوئی تاویل کی گئی ہے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔(۵۸)

کتاب نبی رحمت کے مؤلف مولانا سید ابوالحسن ندوی اپنے منہج تحقیق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی تالیف میں واقعات وحالات اور سیرت کے اصل و بنیادی مواد پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اس کام کے لئے قرآن مجید، کتب حدیث، عربی اور انگریزی کی قدیم وجدید کتب سیرت خصوصاً ابن ہشام کی کتاب السیرۃ النبویہ اور امام ابن قیم کی کتاب زاد المعاد سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ کتاب میں صداقتوں اور زندہ حقیقتوں کو فلسفہ کا رنگ دینے، واقعات کی تاویل کرنے، اور اس کے لئے طویل وعریض مضمون باندھنے کی زیادہ کوشش نہیں کی ہے۔(۵۹)

سید ابوالحسن علی ندوی سیرت نگاری کے منہج تحقیق کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیرت کے موضوع پر ایک طرف عصری اور علمی اسلوب میں لکھنا چاہئے اور اس میں قدیم وجدید دونوں مآخذ سے پورا استفادہ کیا گیا ہو، دوسری طرف سیرت کے اولین اور اصل مآخذ پر اس کی بنیاد ہو، اور قرآن وحدیث سے اس میں سرمو انحراف نہ کیا گیا ہو، وہ موسوعی (Encyclopaedic) طرز پر نہ لکھی گئی ہو۔ جس میں سارے معلومات بغیر کسی نقد وتمحیص کے بھر دیئے جاتے ہیں اور ہر طرح کا ضروری وغیر ضروری مواد پیش کر دینا ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ وہ طرز تصنیف اور اسلوب تحریر ہے جس کے دور آخر کے اکثر مصنفین اور بعض متقدمین بھی عادی رہے ہیں، یہ طرز بہت سے ایسے غیر ضروری اشکالات وسوالات پیدا کرتا ہے جن سے سیرت نبوی ﷺ بری و بے داغ ہے اور جس میں بادیہ پیمائی اور آشفتہ سری کی مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں اس لئے تحقیق وتنقیح کا قلم (تجدد پسندانہ رجحانات اور مستشرقین کی تشکیل کا کوئی اثر قبول کئے بغیر) اپنا کام کر چکا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ان دینی مسلمات وحقائق کے ساتھ ہم آہنگ ہو جن کی روشنی و رہبری کے بغیر آسمانی کتابوں، انبیا کی سیرت، معجزات اور غیبی واقعات وحقائق کو صحیح طور پر سمجھنا مشکل ہے اور جو اس اصول پر کاربند ہو اور اس عقیدہ کا حامل ہو کہ یہ ایک نبی کی سیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے۔ اور جس کو ہر دم و ہر لحظہ خدا کی نصرت و تائید حاصل تھی نہ کہ کسی بڑے قومی لیڈر اور ملی رہنما کے حالات زندگی یہ وہ سیرت ہے جو ہر منصف مزاج، تعلیم یافتہ شخص (خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم) کے سامنے کسی تحفظ (Reservation) استثناء اور کسی تاویل کا سہارا لئے بغیر پیش کی جا سکے۔

سیرت نگاری کے دوران بہت سے واقعات اور فیصلے جو حدیث و سیرت کے مطالعے میں آدمی کی نظر سے گذرتے ہیں اُس وقت تک سمجھے ہی نہیں جا سکتے جب تک مدینہ کی اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی حالت، وہاں کی زمین کی خاصیت، اس کے جغرافیہ، اس کے گردونواح، وہاں کی انفرادی اور علاقائی طاقتوں، ان کے باہمی تعلقات و روابط، معاہدوں اور عہدناموں اور ہجرت سے قبل کے معاملات اور قومی و ملکی دستور اور رسوم و رواج کا سیرت نگار کو علم نہ ہو، اس زمانے کے سیرت نگار کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنے کام میں ان تمام معلومات سے پوری مدد لے اور تاریخ و جغرافیہ اور تقابلی مطالعہ (Comparative Studies) کے میدان میں جو جدید ترین مباحث و معلومات اب تک سامنے آئے ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائے۔(۲۰)

دورِ حاضر کے ایک محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی تالیف ''پیغمبر اعظم و آخر ﷺ'' میں درج ذیل منہج تحقیق کو ملحوظ رکھا ہے:

۱۔ احوال و واقعات میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ ہجری تاریخوں کے ساتھ عیسوی تاریخیں بھی درج ہیں۔

۲۔ مطالعے کی دلچسپی کو قائم رکھنے کی خاطر سیرت کے واقعات کے ربط و ضبط اور تسلسل کو انحراف و انقطاع سے محفوظ رکھا گیا ہے، لہٰذا متن میں ان واقعات اور ان کی جزئیات و تفصیلات، نیز مباحث کو جگہ نہیں دی گئی جو قاری کی توجہ کو اصل موضوع سے ہٹا دیتے ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی اور رسول تھے اور ہیں۔ نیز عظیم و ہمہ جہت عبقری شخصیت بھی تھے۔ لہٰذا اعتذاری (Apologetic) اسلوب بیان سے احتراز کیا گیا ہے لیکن اسلام دشمن مستشرقین کے اعتراضات کو مدلل طریقے سے رد کرنے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔

۴۔ اسلوب بیان، لب و لہجہ اور الفاظ کے انتخاب میں جدید دور کے لسانی و ذوقی تقاضوں کا احترام کیا گیا ہے، لیکن اپنی روایات کا پاس بھی ملحوظ رہا ہے۔

۵۔ آپ ﷺ کی سیرت کے ایک ایک واقعے کو سب سے پہلے وحی و تنزیل، پھر کتب حدیث و تاریخ کی روشنی میں دیکھا ہے، بعد ازاں عقلیاتی اور سائنٹفک انداز میں استقصا کر کے اس

کے متحقق پہلوؤں کو قلمبند کیا ہے۔

۶۔ اسلام ایک زندہ وفطری دین ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس میں قوت حیات وارتقا بھی ہے اور قوتِ قیومیت بھی، نیز اس میں حق وصداقت بھی ہے لہذا وہ جامد ومردہ نظام فکر وعمل نہیں بلکہ ایک تحریک ہے۔ زندۂ جاوید تحریک اور اس کتاب میں اسے تحریک رحمۃ للعالمینی کے طور پر ہی پیش کیا گیا ہے۔

۷۔ غزوات وسرایا کی اصل حقیقت کیا تھی؟ ان کے محرکات واسباب کیا تھے؟ ان کا تاریخ سے کیا تعلق تھا؟ مسلمانوں کی ہر محاذ پر فتوحات وکامیابیوں کے اصل عوامل کیا تھے؟ ان تمام سوالوں کا جواب حربیاتی وعقلیاتی انداز میں دیا گیا ہے۔

۸۔ اصول سیرت نگاری کی رو سے جن واقعات وتفصیلات اور مباحث وتشریحات کا متن متحمل نہیں ہوسکتا تھا، انہیں حواشی وتشریحات میں، اور حواشی اور تشریحات کو ہر باب کے آخر میں رکھا ہے اور وہیں حوالے بھی درج ہیں۔

۹۔ قرآن مجید کی رو سے آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر زمان ومکان کے انسان کے لئے بہترین نمونہ (اُسوۂ حسنہ) ہے، اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں جو کمالات حاصل کئے وہ بحیثیت انسان کے حاصل کئے اور اسی لئے آپ ﷺ کی سیرت ہمارے لئے سنت حسنہ ہے۔ لہذا اس کتاب میں آپ ﷺ کو اسی طرح پیش کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے جس طرح قرآن مجید نے آپ ﷺ کو پیش کیا ہے۔

۱۰۔ آپ ﷺ بلاشبہ ہمہ جہت عبقری شخصیت تھے، اس لئے بعض ارباب سیرت نے آپ ﷺ کی مختلف حیثیتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کی ہے اور بعض نے ان سے صرف نظر کیا ہے، لیکن اس کتاب میں آپ ﷺ کی ہر حیثیت کو تسلسل کے ساتھ متن ہی کے اندر بیان کیا گیا ہے، جو سچا اسلوب سیرت نگاری ہے۔ اس سے نہ تو سیرت کا تسلسل ٹوٹا ہے اور نہ اس کے ربط وضبط کو نقصان پہنچا ہے۔

۱۱۔ انسان کی شخصیت خواہ کتنی ہی نشو وارتقا کر جائے اور عظیم وپہلو دار ہو جائے، اس میں وحدت برقرار رہتی ہے، جو اس کا محور ہوتی ہے، اصول سیرت نگاری یہ ہے کہ سیرت نگار کی فکر ونظر اس محور پر مرتکز رہنی چاہئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کتاب میں ایسی ہی کوشش کی گئی ہے تو یہ

مبالغہ نہیں، اظہار واقعیت ہوگا۔

۱۲۔ آپ ﷺ ایک عہد آفریں شخصیت ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت کا تاریخ سے گہرا تعلق تھا۔ علاوہ بریں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی منتخب تاریخ ساز شخصیتوں کے سلسلے کی آخری کڑی تھے، لہٰذا آپ کا تعلق تاریخ کے نقطۂ آغاز سے بھی تھا اور چونکہ آپ تاریخ کے نقطۂ اختتام تک کے لئے نبی ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت کا تعلق ماضی و حال کی طرح مستقبل اور مستقبل بعید سے بھی ہے، اس اعتبار سے آپ ﷺ کی سیرت تاریخ انسانی کی آئینہ دار اور آپ ماضی، حال اور مستقبل کے شاہد ہیں، اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں روح تاریخ مضمر تھی، جسے آپ ﷺ کی سیرت کا محور بنانا اور اس کے حوالے سے متعلقہ احوال و واقعات کو دیکھنا، پرکھنا اور خلوص نیت سے بیان کرنا آپ ﷺ کے سیرت نگاروں کا بنیادی فریضہ ہے، اس کتاب میں یہ فریضہ ادا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ (۲۱)

حاصل مطالعہ:

سیرت نگاری کے مآخذ، اصول روایت و درایت اور منہج تحقیق معلوم کرنے کے لئے جن منتخب سیرت نگاروں کا مطالعہ کیا گیا اس کا حاصل درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان نکات کو سیرت نگاری کے اصول بھی کہا جا سکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید، کتب احادیث، کتب مغازی و سیر، کتب تاریخ، کتب تفاسیر، کتب اسماء الرجال، کتاب شمائل، کتب دلائل، کتب آثار و اخبار، معاصرانہ شاعری اور غیر مذاہب کی مقدس کتب سیرت نگاری کے مآخذ ہیں۔ درج ذیل سیرت نگاروں نے ان میں سے اکثر کو تسلیم کیا ہے اور استعمال بھی کیا ہے۔

محمد حسین ہیکل، علامہ شبلی نعمانی، سید نواب علی، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر انور محمود خالد۔

۲۔ سیرت طیبہ کو اصول روایت و درایت کی روشنی میں مرتب ہونا چاہئے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر درج ذیل افراد نے اسے انتہائی ضروری قرار دیا ہے: علامہ ابن جوزی، ابن خلدون، محمد حسین ہیکل، علامہ شبلی نعمانی، حکیم عبدالرؤف داناپوری، شاہ عبدالعزیز، سرسید احمد خان، سید

ابوالحسن ندوی اور مولانا عبدالقدوس ہاشمی۔

۳۔ سیرت نگاری میں منہج تحقیق کا تعین اور بیان بھی ضروری ہے۔ درج ذیل سیرت نگاروں نے اسے بیان کیا ہے اور رہنمائی بھی کی ہے:
شیخ جلال الدین سیوطی، مولانا عبدالحق محدث دہلوی، محمد حسین ہیکل، علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیدابوالحسن ندوی اور ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔

۴۔ سیرت نگاری کا بنیادی اصول یہ ہے کہ موضوع سے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب ہوں، ان کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے اور اُن میں سے صرف وہی واقعات اخذ کئے جائیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں یہ کام سچائی، انصاف، دیانت داری اور خالص غیر جانب داری سے کرنا چاہئے، چاہے اس کے جو بھی اثرات مذہب، معتقدات اور تاریخ پر پڑیں۔

۵۔ سیرت نگاری کی بنیاد اور اولین اور اصل مآخذ، یعنی قرآن مجید اور کتب حدیث پر ہونی چاہئے۔ قرآن مجید میں سیرت محمدیہ کا پورا نقشہ موجود ہے، لہٰذا سیرت طیبہ کو اسی طرح پیش کرنا چاہئے جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے، یعنی سیرت مبارکہ کو بحیثیت ایک انسان کی سنت حسنہ کے طور پر پیش کیا جانا چاہئے۔

۶۔ سیرت نگاری کے لئے کتب حدیث ایک قابل اعتماد ذریعہ ہیں لیکن احادیث کو محدثین کے وضع کردہ اصول وقواعد کے مطابق جانچ کر قبول کرنا چاہئے۔

۷۔ سیرت طیبہ میں قرآن و حدیث سے سرمو انحراف نہیں ہونا چاہئے۔

۸۔ سیرت نگاری میں احوال و واقعات کو بیان کرنے میں ترتیب زمانی اور تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے اور ہجری تاریخوں کے ساتھ عیسوی تاریخوں کو بھی درج کرنا چاہئے۔

۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حیثیت کو تسلسل کے ساتھ متن کے اندر ہی بیان کرنا چاہئے تاکہ سیرت کا تسلسل قائم رہے اور اس کے ربط و ضبط کو نقصان نہ پہنچے۔

۱۰۔ سیرت طیبہ کی ہر روایت کا حوالہ حاشیے میں درج ہونا چاہئے۔ جن واقعات و تفصیلات اور مباحث و تشریحات کا متن متحمل نہ ہو سکے، انہیں حواشی و تشریحات میں اور حواشی و تشریحات کو ہر باب کے آخر میں حوالوں کے ساتھ درج ہونا چاہئے۔

۱۱۔ سیرت نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی حالت، وہاں کی زمین کی خاصیت، ان کے جغرافیہ، ان کے گردونواح، وہاں کی انفرادی و علاقائی طاقتوں، ان کے باہمی تعلقات و روابط، معاہدوں اور عہدناموں، اور ہجرت سے قبل کے معاملات اور قومی و ملکی دستور اور رسم و رواج کو جانے اور پیش کرے۔

۱۲۔ سیرت نگار کے لئے ضروری ہے حضور ﷺ کے زمانے میں عقل و شعور اور تہذیب و تمدن کی سطح کو پیش کرے، نیز اس ملک کے اجتماعی اور سیاسی اور دینی و مذہبی حالات اس کے اقتصادی و سیاسی ڈھانچہ اور حربی اور عسکری طاقت کی نوعیت کو بھی پیش کرے تا کہ اس ملک کے باشندوں کے صحیح رجحانات، ان کے مزاج و افتادِ طبع، ان کے ذہن و نفسیات کو سمجھا جا سکے، اور ان دشواریوں اور رکاوٹوں کا پورا اندازہ ہو سکے جو اسلام کی ترقی و پیش قدمی کی راہ میں حائل ہو رہی تھیں۔

۱۳۔ سیرت طیبہ کو عصری اور علمی اسلوب میں لکھا جانا چاہئے جس میں قدیم و جدید مآخذ سے پورا استفادہ کرنا چاہئے لیکن عربی مصادر کو اساسی اور مغربی نوشتوں کو ثانوی حیثیت دینی چاہئے۔

۱۴۔ سیرت نگاروں کو فلسفۂ جدیدہ اور یورپ کے فلسفیوں سے مرعوب ہو کر آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کو توڑ مروڑ کر کسی طرح فلسفے اور سائنس کے مطابق کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول و فعل مغربی تہذیب و تمدن، فلسفے اور سائنس کے خلاف نہ ہونے کو باور کرانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۱۵۔ سیرت طیبہ کو ایک زندۂ جاوید تحریک کے طور پر پیش کرنا چاہئے۔ کیونکہ سیرت طیبہ ایک دین یعنی نظام زندگی کا تصور پیش کرتی ہے، جس میں قوتِ حیات و ارتقا بھی ہے، قوتِ قومیت بھی ہے اور حق و صداقت بھی ہے۔

۱۶۔ سیرت نگاری کی زبان معیاری اور بلند پایہ ہونی چاہئے۔ سیرت نگاری میں جذبات کا عنصر اتنا ہی رکھنا چاہئے جتنی اس کی ضرورت ہو، دل سے زیادہ دماغ کو پیش کرنا چاہئے۔ اسلوب بیان، لب و لہجہ اور الفاظ کے انتخاب میں جدید دور کے لسانی اور ذوقی تقاضوں کا احترام کیا جانا چاہئے، لیکن اسلامی روایات کا پاس بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔ کیونکہ سیرت طیبہ کسی حکیم کے علم و دانش اور کسی ادیب کے انداز نگارش یا رنگینی کی محتاج نہیں ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ قاری محمد طیب، مہتمم دارالعلوم دیوبند، مقالہ بعنوان "سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول"۔ دیکھئے: مجلّہ "نقوش" رسول ﷺ نمبر/ جلد اول، شمارہ نمبر ۱۳۰، دسمبر ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۲۸

۲۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ/ الفیصل، ناشران وتاجران کتب، لاہور ۱۹۹۹ء/ ص ۳۴

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی/ از دیباچہ صفحہ ۲۵، ایضاً محولہ بالا

۴۔ محمد جلال الدین قادری/ اردو ترجمہ: سیرت سید الانبیاء ﷺ/ مترجم علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی، از کتاب بذل القوۃ فی حوادث النبوی (عربی)/ مؤلف علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی (۱۱۰۴ھ۔ ۱۱۷۴ھ)/ مظہر علم، کالا خطائی روڈ، شاہدرہ، لاہور/ جون ۲۰۰۰ء/ از مقدمہ ص ۴۵

۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ/ عہد نبوی میں نظام حکمرانی/ پیش لفظ طبع اول، ص ۴/ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۱ء

۶۔ ماہر القادری/ تقریظ بر محسن انسانیت ﷺ/ از نعیم صدیقی/ الفیصل، ناشران وتاجران کتب لاہور، ۱۹۹۹ء

۷۔ سرسید احمد خان/ الخطابات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ/ ص ۲۳/ نفیس اکیڈمی، کراچی،

۸۔ عربی کتب، سیرت ابن ہشام محمد ہاشم، طبقات ابن سعد، ابن سعد، الوفا با احوال المصطفیٰ، ابن جوزی۔ زادالمعاد ابن قیم۔ الخصائص الکبریٰ، جلال الدین سیوطی۔ روض الانف، السہیلی۔ السیرۃ النبویہ، ابن کثیر۔ المواہب الدنیہ، ابوبکر القسطلانی۔ بذل القوۃ فی حوادث النبوۃ، علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی۔ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل۔

اردو کتب، خطبات احمدیہ ﷺ سرسید احمد خان۔ سیرۃ النبی ﷺ شبلی نعمانی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، قاضی سلیمان منصور پوری۔ خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی۔ سیرت رسول اللہ ﷺ، سید نواب علی۔ اصح السیر، عبدالرؤف دانا پوری۔ سیرت المصطفیٰ، محمد ادریس کاندھلوی۔ محسن انسانیت، نعیم صدیقی سیرت خاتم الانبیاء، مفتی محمد شفیع۔ نبی رحمت ﷺ، ابوالحسن ندوی۔ سیرت سرورعالم، سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ پیغمبر انسانیت ﷺ، محمد جعفر پھلواری۔ مقالات سرسید، محمد اسماعیل پانی پتی۔ رسول رحمت ﷺ، ابوالکلام آزاد، ضیاء النبی ﷺ، پیر کرم شاہ الازہری، پیغمبر اعظم وآخر، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔ سیرت النبی ﷺ انجیل مقدس کی روشنی میں، طالب حسین کرپالوی۔

انگریزی کتب، لائف آف محمد ﷺ، سر ولیم میور۔ دی میسنجر، آر، وی، سی، بوڈلے۔ دی لائف آف محمد، اے گولیم۔ دی لائف آف محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، مترجم اسماعیل فاروقی۔ محمد ایٹ مکہ، منٹگمری واٹ۔ دی لائف آف محمد ﷺ، لے ٹیمک۔ این اپالوجی فار محمد ﷺ، جان ڈیون پورٹ۔ ہیروز آف نیشن، ایم ڈی ڈیوس۔ محمد ایٹ مکہ، منٹگمری واٹ۔ محمدن کنٹروورسی، ولیم میور

۹۔ ڈاکٹر انور محمود خالد/ اردو نثر میں سیرت رسول اللہ ﷺ/ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء/ ص ۴۵

not

۱۰۔ ایضاً/ص ۵۳۔ نیز دیکھئے: مولانا محمد اسماعیل پانی پتی/ مقالات سرسید/مجلس ترقی ادب لاہور/ص ۱۶۔۱۷

۱۱۔ ایضاً/ص ۹۴

۱۲۔ ایضاً/ص ۱۳۷

۱۳۔ ایضاً/ص ۱۵۸

۱۴۔ ایضاً/ص ۱۵۷۔ نیز دیکھئے: شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ مقدمہ ص ۳۸۔۳۹

۱۵۔ ایضاً/ص ۱۶۷

۱۶۔ جلال الدین سیوطی/ الخصائص الکبریٰ/ترجمہ: حکیم غلام معین الدین نعیمی/ دیباچہ ص ز

۱۷۔ سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ص ۶۷، ۶۸/ ادارہ مطبوعات طلبہ، اچھرہ لاہور، ۱۹۹۵ء

۱۸۔ ایضاً/ص ۶۷

۱۹۔ جلال الدین سیوطی/ص ز

۲۰۔ ڈاکٹر انور محمود خالد/ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ص ۱۷۹/ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء

۲۱۔ سر ولیم میور/ لائف آف محمد ﷺ/ص ۱۴

۲۲۔ ڈاکٹر انور محمود خالد/ اردو نثر میں سیرت رسول/۱۸۱

۲۳۔ ایضاً/ص ۱۸۸

۲۴۔ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری/ پیغمبر انسانیت/مقدمہ: مولانا حسن مثنیٰ ندوی/ص الف/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/
نیز دیکھئے: مجلہ فکر ونظر سیرت ﷺ نمبر/ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۹۲ء/ ڈاکٹر محمد میاں
صدیقی/ ج ۳۰، ص ۴۷۵/ اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت

۲۵۔ فکر ونظر سیرت نمبر/ ج ۳۰، شمارہ ۱۔۲، ص ۴۸۸/ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی/ اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت

۲۶۔ قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ﷺ/ از مقدمہ سید سلیمان ندوی/ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

۲۷۔ طالب حسین کرپالوی/ سیرت النبی ﷺ انجیل مقدس کی روشنی میں

۲۸۔ محمد حسین ہیکل/ حیات محمد ﷺ مترجم ابو یحییٰ امام خان/ص ۲۳، ۲۶/ ادارہ ثقافت اسلامیہ

۲۹۔ علامہ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ص ۹۵/نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۹۷۵ء

۳۰۔ ایضاً/ص ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۱

۳۱۔ پروفیسر سید نواب علی/ سیرت رسول اللہ ﷺ/ص ۳۱/ مکتبہ افکار کراچی

۳۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد/ رسول رحمت ﷺ/ص ۱۱، ۱۹، ۲۰/ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۰ء

۳۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ سیرت سرورِ عالم ﷺ ج ۲، ص ۳۱/ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۳۴۔ سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ ص ۴۲/ ادارہ مطبوعات طلبہ، اچھرہ، لاہور

۳۵۔ سید ابوالحسن ندوی/ نبی رحمت ﷺ/ص ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۲۱/ مجلس نشریات اسلام، کراچی

۳۶۔ ڈاکٹر انور محمود خالد/ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ص ۴۵

۳۷۔ مجلہ فکر ونظر سیرت نمبر/ اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت/ ج ۳۰، شمارہ ۱، ۲، ص ۲۶۷

۳۸۔ ایضاً/ مقالہ عربی مصادر سیرت/ ص ۲۴۷

۳۸/الف۔ سورۂ حجرات، آیت ۶

۳۹۔ علامہ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ ص ۳۹

۴۰۔ ایضاً/ ص ۴۵۔۴۶

۴۱۔ حکیم عبدالرؤف دانا پوری/ اصح السیر/ ص ۲۰/ مجلس نشریات اسلامی، کراچی، ۱۹۸۲ء

۴۱/ الف۔ سورۂ نور، آیت ۱۱

۴۱/ ب۔ سورۂ نور، آیت ۱۶

۴۲۔ علامہ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ ص ۴۲، ۴۳

۴۳۔ ایضاً/ ص ۵۰۔۶۸

۴۴۔ ایضاً/ ص ۶۸۔۷۴

۴۵۔ ایضاً/ ص ۸۳

۴۶۔ سر سید احمد خان/ الخطبات الاحمدیہ/ ص ۴۲

۴۷۔ ایضاً/ ص ۴۵

۴۸۔ محمد حسین ہیکل/ حیات محمد ﷺ/ ص ۴۰

۴۹۔ ایضاً/ ص ۴۰

۵۰۔ ایضاً/ ص ۵۲

۵۱۔ ایضاً/ ص ۵۳۔۵۴۔۵۶

۵۲۔ سید ابوالحسن ندوی/ نبی رحمت/ ص ۱۴

۵۳۔ محمد بن سعد/ طبقات ابن سعد/ مترجم علامہ عبداللہ العمادی/ پیش لفظ مولانا عبدالقدوس ہاشمی/ ص ۹، ۱۰/ نفیس اکیڈمی کراچی

۵۴۔ شیخ جلال الدین سیوطی/ الخصائص الکبری/ ص ۵۳

۵۵۔ ملا معین واعظ ہروی/ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ/ ص ۵۹، ۶۲/ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۸۷ء

۵۶۔ محمد حسین ہیکل/ حیات محمد ﷺ/ ص ۲۳

۵۷۔ علامہ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ ص ۹۸، ۱۰۱

۵۸۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ سیرت المصطفیٰ ﷺ/ ص ۸/ مکتبہ عثمانیہ اقبال ٹاؤن، لاہور ۱۹۹۲ء

۵۹۔ سید ابوالحسن ندوی/ نبی رحمت ﷺ/ پیش لفظ

۶۰۔ ایضاً/ ص ۱۰۔۱۱۔۱۵۔۱۶

۶۱۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/ پیغمبر اعظم وآخر ﷺ/ ص ۳۵/ فیروز سنز لاہور